استنباط مسائل میں مجتہدین فقہاء کے اختلافات کا ایک مختصر جائزہ

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد الشہید نعمانی

صدر شعبہ عربی، یونیورسٹی آف کراچی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وتابعیہ واتباع تابعیہ، ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین امابعد۔

ہمارے معاشرہ میں لفظ ''اختلاف'' کا ذکر آتے ہی عام طور پر ذہن، جھگڑا، فساد، نزاع، انتشار، تعصب، ہٹ دھرمی اور دشمنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اگر اس اختلاف کا تعلق شرعی امور سے ہو تو معاملہ اور بھی گھمبیر ہو جاتا ہے، نہ صرف مولویوں کو مطعون کیا جاتا ہے بلکہ بعض نام نہاد دانشمندان ملک وملت دور کی کوڑی لاتے ہوئے یہ انکشاف کرتے ہیں کہ اختلاف کی بنیادی وجہ دینی تعلیمات کا نامکمل ہونا اور تشریعی مصادر کا باہم تناقض ہے، اس اختلاف کو مزید ہوا دینے میں مناظروں کی گرم بازاری اور باہم بحث ومباحثہ کا بھی بڑا دخل ہے۔ دیہات تو ں چھوٹے شہروں اور ٹی وی کے مذھبی سامعین کے سامنے مختلف مناظرہ باز، واعظین اور نام نہاد علماء اپنے فن خطابت کے جوھر دکھاتے ہیں۔ اور عام سامعین کو اپنے سطحی دلائل سے مسحور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سامعین

اپنی معمولی فہم واستعداد کے ذریعہ جیوری کا کردارادا کرتے ہیں۔اور کسی ایک فریق کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔زیادہ متاثر ہونے کی صورت میں اپنا مسلک تبدیل کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔علاوہ ازیں اختلافی مسائل پر آئے دن خوشنما رسالے بھی شائع ہوتے رہتے ہیں ان رسالوں کا مقصود اظہار حق نہیں بلکہ فریق ثانی کی ہر قیمت پر شکست اور پسپائی ہے۔ان رسالوں میں تلبیس ابلیسی سے کام لیتے ہوئے سیاق وسباق سے ہٹ کر مخالفین کی کتابوں سے اقتباس نقل کر کے اپنی مطلب براری کی جاتی ہے اور مخالفین کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتی ہیں کہ خواب وخیال میں بھی ان کو اس کا گمان نہیں ہوتا۔

مناظرہ بازی اور اختلاف کی اس شدت نے عام پڑھے لکھے افراد کو ذہنی وفکری انتشار میں مبتلا کر دیا ہے بلکہ ایک طبقہ ائمہ فقہاء سے بدظن ہونے کے بعد حدیث کی حجیت کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو چکا ہے اور قرآن وحدیث کی فہم وتشریح کے لئے علماء اور دینی محققین کی رائے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، ہمارے سارے علمی ورثہ کو وہ از کار رفتہ سمجھتا ہے۔تراجم قرآنی کے مطالعہ کے بعد ہر معمولی پڑھا لکھا قرآن مجید کی تعبیر وتشریح کو اپنا استحقاق سمجھنے لگا ہے اور کسی بھی دینی موضوع پر اس قسم کے فضلاء اپنی رائے دینا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔بلکہ بہت سے معاملات میں اپنا مسلک خود وضع کر لیتے ہیں۔

ائمہ کے درمیان فقہی اختلافات پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب تمام مسالک کا ماخذ قرآن وحدیث ہے تو پھر یہ اختلافات کیوں ہیں کیا سارے فقیہ اور مولوی کسی ایک مسلک پر جمع نہیں ہو سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اختلاف رائے بذات خود کوئی بری چیز نہیں، اختلاف اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ میں غور وفکر کی صلاحیت اور تفکر وتدبر کا مادہ موجود ہے اہل دانش حق وباطل میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں وہ کسی کی رائے کو بے سوچے سمجھے قبول نہیں کرتے وہ ہر معاملہ میں غور وفکر سوچ بچار تحقیق وجستجو سے کام لیتے ہیں اور کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو کا دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں اور تمام دلائل کا احاطہ کر کے کسی ایک رائے کو اختیار کرتے ہیں۔اہل دانش کا

یہ اختلاف شرعی قوانین میں وسعت اور کمال کا سبب بنتا ہے، فقہاء کے باہم تبادلہ خیال کے نتیجہ میں ایک سے زائد تعبیرات اور تشریحات سامنے آتی ہیں دلائل کا تبادلہ ہوتا ہے تحقیق کے لئے نئی راہیں کھلتی ہیں اگر باہم بحث وتمحیص کے بعد کسی معاملہ میں مختلف آراء سامنے آجائیں تو کوئی بھی فریق دوسرے پر تعصب، ہٹ دھرمی، دشمنی، بیجا مخالفت کا الزام نہیں دھرتا بلکہ مخالف کی رائے کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ سنتا ہے اسکی بات نہیں کاٹتا بلکہ اسے گفتگو کا پورا موقع دیتا ہے، اس کے دلائل پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے۔ اختلاف کی اس شکل سے معاشرہ میں علمی ترقی ہوتی ہے اور یہ اختلاف ہر اس معاشرہ میں پایا جاتا ہے جہاں مسائل پر سوچنے کا وقت ہے۔ یہی وہ اختلاف ہے جسکی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ﴿**لكل جعلنامنكم شرعة ومنهاجا**﴾[1]

نبی کریم ﷺ نے اس اختلاف کو رحمت سے تعبیر فرمایا ہے:

"**اختلاف امتی رحمة**"[2]۔

اختلاف ایک فطری امر ہے ہر شخص کے سوچنے کا ایک زاویہ ہوتا ہے۔ عقل انسانی کی زرخیزی سوراہیں نکالتی ہے۔ دینی امور میں اختلاف کے نتیجہ میں توسع اور آسانی پیدا ہوتی ہے، قرآن مجید کا منشا بھی آسانی اور یسر ہے۔ ﴿**يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**﴾[3]۔

نبی کریم ﷺ نے دین میں آسانی پیدا کرنے کی تلقین فرمائی ہے ارشاد ہے:

''**يسروا ولا تعسروا**''[4]۔

فروع میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی بہت سے معاملات میں اختلاف رائے ہوا ہے

لیکن اختلاف کسی نزاع جھگڑے توہین آمیز رویہ یا شکر رنجی کا کبھی سبب نہیں بنا کسی صحابیؓ نے دوسرے صحابیؓ کی تغلیط نہیں کی، حضرات خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کے درمیان بہت سے فقہی مسائل میں اختلاف ہوا لیکن واضح نص پیش ہونے اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد نہایت خندہ پیشانی سے فریق مخالف کی رائے کو تسلیم کرلیا گیا۔

علامہ سیوطیؒ نے اسی قسم کے اختلاف کو نعمت کبری سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اعلم ان اختلاف المذاهب فی هذه الملة نعمة كبيرة وفضيلة عظيمة، وله سر لطيف ادركه العالمون، وعمى عنه الجاهلون حتى سمعت بعض الجهال يقول: النبی ﷺ جاء بشرع واحد، فمن اين مذاهب اربعة؟، ومن العجب ايضا من ياخذ فی تفضيل بعض المذاهب على بعض تفضيلا يؤدی الى تنقيص الفضل عليه وسقوطه، وربما ادى الى الخصام بين السفهاء وصارت عصبية وحمية جاهلية والعلماء منزهون عن ذلك'' [۵]۔

علامہ ابن سعدؒ اور علامہ بیہقیؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا

''کان اختلاف اصحاب محمد ﷺ رحمة للناس'' [۶]۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد جن کا شمار کبار تابعین میں ہے اس اختلاف کو حکمت سہولت اور آسانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ ''جامع بیان العلم'' میں افلح بن حمید کے حوالہ سے منقول ہے:

'' لقد اوسع الله على الناس باختلاف اصحاب محمد ﷺ ای ذلك اخذت به لم يكن فی نفسك منه شیء'' [۷]۔

اسی طرح رجاء بن جمیل کے حوالہ سے ''جامع بیان العلم'' میں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت قاسم رحمہما اللہ کے درمیان کسی علمی مسئلہ پر گفتگو ہوئی اور باہم احادیث کا مذاکرہ شروع ہوگیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کوئی ایسی حدیث بیان کی جو حضرت قاسم کے موقف کے مخالف تھی جسے سن کر حضرت قاسم کے چہرہ پر کچھ ناگواری کا تاثر ابھرا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تاثر دیکھ کر برملا فرمایا:

''لا تفعل فما یسرنی ان لی باختلافهم حمر النعم''[8]۔

علامہ بیہقیؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ما یسرنی ان اصحاب محمد ﷺ لم یختلفوا لانهم لو لم یختلفوا لم یکن رخصة''۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

''ما احب ان اصحاب رسول الله ﷺ لم یختلفوا لانه لو کانوا قولا واحدا کان الناس فی ضیق، وانهم ائمة یقتدی بهم فلو اخذ رجل بقول احدهم کان فی سعة''[9]۔

صحابہ کرام وتابعین عظام نیز ائمہ متبوعین رحمہم اللہ ورحمنا جمیعا میں سے کسی نے کبھی اس بات پر زور نہیں دیا کہ ان کے موقف کو سو فیصد درست مانا جائے اور دوسرے کے موقف کی لازما تغلیط کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے کسی مسئلہ پر اپنی رائے بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''اقول فیها برای فان یك صوابا فمن الله، وان یك خطا فمنی واستغفرالله''[10]۔

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''قولنا هذا الرای وهو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء نا باحسن من قولنا فهواولی بالصواب منا''[11]۔

اسی کے قریب قریب امام صاحب سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

''هذا الذی نحن فیه رای لا نجبر احدا علیه، ولا نقول یجب علی احد قبوله بکراهیة، فمن کان عنده شیء احسن منه فلیات به''[۱۲]۔

اسی طرح امام دار الھجرہ ''مالک بن انسؒ'' فرماتے ہیں:

''ان اختلاف العلماء رحمة من الله تعالی علی هذه الامة، کل یتبع ما صح عنده وکل مصیب وکل علی هدی''۔

اسی طرح ''کتاب الحلیۃ'' میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''کل عند نفسه مصیب''[۱۴]۔

یہی موقف حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں:

''لم یعبر الجسر الی خراسان مثل اسحاق، وان یخالفنا فی اشیاء فا ن الناس لم یزل یخالف بعضهم بعضا''۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اذا رایت الرجل یعمل العمل الذی قداختلف فیه، وانت تری غیره فلاتمنعه''[۱۵]۔

مشہور قاضی یحیی بن سعید الانصاریؒ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''مابرح اولوا الفتوی یفتون فیحل هذا ویحرم هذاء، فلا یری المحرم ان یحل هلك لتحلیله، ولا یری المحل ان المحرم هلك لتحریمه''۔

شیخ عوامہ رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' کے حوالہ سے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''اهل العلم اهل توسعة، وما برح المفتون يختلفون، فيحل هذا ويحرم هذاء، فلا يعيب هذ اعلى هذا وعلى هذا على هذا''۔

بلکہ بعض علماء نے تو لفظ ''اختلاف'' کے بجائے ''سعۃ'' کے استعمال کو پسند کیا ہے:

علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف بھی یہی ہے، شیخ عوامہؒ امام ابن تیمیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

''صنف رجل كتابا فى الاختلاف فقال احمد : لا تسمه كتاب الاختلاف، ولكن سمه كتاب السعة''۔

آگے چل کر ابن تیمیہؒ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

''الاختلاف كلمة توهم الشقاق والفرقة ، والسعة صريحة فى الرخصة والارتياح واليسر''۔19

نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی امت کے ضعف اور کم ھمتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے شریعت کے معاملات میں سہولت اور آسانی کو پیش نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کو سات حروف میں پڑھنے کی اجازت حاصل کرنے کیلئے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے با قاعدہ مکالمہ کیا۔

بخاری شریف کے باب'' انزل القرآن على سبعة احرف '' میں مروی ہے:

''ان رسول الله ﷺ قال: اقرانى جبريل على حرف فراجعته فلم ازل استزيد ويزيدنى حتى انتهى الى سبعة احرف ''۔

وفى رواية:'' ان هذاالقرآن انزل على سبعة احرف فاقروا ما

تیسر منه''۔[۲۰]

معراج کے موقع پر نمازوں کی تعداد میں کمی کیلئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کا مشورہ جوحضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو دیا تھا۔ اسمیں بھی تخفیف اور سہولت ہی پیش نظر تھی۔

فروع میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی بہت سے فقہی معاملات اور مسائل میں اختلاف رائے ہوا ہے، لیکن یہ اختلاف کسی نزاع جھگڑے یا توہین آمیز رویہ کا سبب نہیں بنا۔ صحابہ کرام نے ایک دوسرے کی آراء کو بڑی خندہ پیشانی اور نیک نیتی کے ساتھ پوری توجہ سے سنا۔ اگر اپنی موقف کو کمزور پایا تو فوراً اس سے رجوع کرلیا۔ فتویٰ دینے کے بعد اگر ساتھیوں میں سے کسی نے اس فتویٰ پر اصولی اعتراض کیے تو ان کی بات کو پوری توجہ اور دیہان سے سنا گیا۔ اور حق بات فوری طور پر بلاچون تسلیم کرلی گئی، یہ طرز عمل عام صحابہ کے علاوہ جلیل القدر صحابہ خلفاء راشدین عشرہ مبشرہ اور سابقین اولین سب ہی کا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ سے جدہ کی میراث کی بابت سوال کیا گیا۔ آپؓ نے اپنے علم کے مطابق جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''مالك فی کتاب الله من شیء وما علمت لك فی سنة رسول الله ﷺ من شیء ولکن اسال الناس''۔

پھر آپؓ نے یہ مسئلہ صحابہ کے سامنے رکھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما نے یہ گواہی دی کہ: ''ان النبی ﷺ اعطاها السدس''[۲۲]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شوہر کی دیت میں بیوی کی وراثت کے قائل نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک عامل حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ خط کے ذریعہ آپ کو تحریر کیا:

''ان رسول الله ﷺ ورث امراة اشيم الضبابى رضى الله عنها من دية زوجها'' ۲۳ؔ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر فوری طور پر اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور فرمایا:

''لو لم نسمع بهذا لقضينا بخلافه''۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ لینے کے بارے میں تفصیلی احکام سے واقف نہیں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا یہ حکم ان تک پہنچایا:

''سنوا بهم سنة اهل الكتاب'' ۲۴ؔ۔

حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان اس شخص کے بارے میں مکالمہ ہوا جو نماز کی ادائیگی کے دوران کسی رکن کے بارے میں شک کا شکار ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان پیش کر دیا:

''انه يطرح الشك ويبنى على ما استيقن'' ۲۵ؔ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے توجہ دلانے پر اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ''متوفى عنها زوجها'' کی عدت کے بارے میں اس بات کے قائل نہیں تھے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی۔ ایک صحابیہ حضرت فریعۃ بنت مالک نے اپنا واقعہ ان کے سامنے رکھا کہ جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ ہدایت دی:

''امكثى فى بيتك حتى يبلغ الكتاب اجله''۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ابتدا میں یہ فتوی تھا کہ دوران حمل اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو وہ وضع حمل یا چار ماہ اور دس دن میں جو مدت زیادہ ہوگی وہ اس عرصہ کی عدت گزاریگی، حضرت سبیعۃ اسلمیۃ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جب ان کو نبی کریم ﷺ کے اس فتوی کا علم ہوا کہ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

''ان عدتها وضع حملها''۔

ہر دو حضرات نے یہ فتوی سننے کے بعد فوری طور پر اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات متعدد صحابہ کے حوالہ سے احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں کہ جب بھی ان کے سامنے ٹھوس بنیاد اور واضح شہادت کی روشنی میں اپنے موقف کی کمزوری ظاہر ہوئی انہوں نے اپنے موقف سے دستبردار ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"كنت اذا سمعت من رسول الله ﷺ حديثا نفعنى الله بما شاء ان ينفعنى منه، واذاحدثنى غيره استحلفته، فاذاحلف لى صدقته وحدثنى ابوبكر، وصدق ابوبكر''[۲۶]۔

سابق میں جو واقعات گزرے ان کا بنیادی سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا، تدوین قرآن کریم، اور تدوین فقہ وحدیث نہیں ہوئی تھی نہ مستقل اور باقاعدہ تصانیف کا سلسلہ تھا جب بھی کوئی حکم نازل ہوتا آپ ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو مجلس میں حاضر تھے اسکی تفصیلات سے مطلع کر دیتے۔ آپ ﷺ کی ذات مبارک اور حیاۃ طیبہ تمام صحابہ کے لئے قدوہ اور نمونہ تھی قرآن مجید نے بھی صحابہ کو یہی درس دیا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے لئے اسوہ بنائیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة﴾ [۲۷]۔

آپ ﷺ کی تعلیمات بھی یہی تھیں کی:

''صلوا کما رایتمونی اصلی''، اور ''خذوا عنی مناسککم''۔[۲۸]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جملہ فرائض واوامر ونواہی میں نبی کریم ﷺ کی ایک ایک ادا کی مکمل پیروی کرتے۔ صحابہ نے دین بنیادی احکام اسی انداز سے نبی کریم ﷺ سے سیکھے آپ ﷺ کی ذات مرجع اور شریعت کا مصدر تھی اس دور میں اوامر ونواھی کی نوعیت بھی متعین نہیں ہوئی تھی کہ یہ فرض ہے، یہ واجب ہے۔ یا سنت ومستحب ہے یا مباح ومکروہ، یا حرام ہے۔ فہم دین میں یا تعبیر اور تشریح میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف رائے ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ سے رجوع کرتے اور آپ ﷺ کی ان کی پوری تسلی اور تشفی فرماتے۔ ہر صحابی کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہر وقت دربار رسالت میں حاضر رہے، روزمرہ امور کی انجام دہی کی صورت میں یا دور دراز علاقے میں قیام کے سبب نبی کریم ﷺ سے براہ راست ہر وقت رجوع کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ ایسے موقع پر یہ حضرات اجتہاد سے کام لیتے۔ اس اجتہاد میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہوجاتا۔ بعد میں نبی کریم ﷺ یا تو ان کے اجتہاد کی توثیق فرمادیتے یا صحیح مسئلہ بیان فرمادیتے۔

صحابہ کے اجتہاد کی بابت احادیث میں مختلف واقعات موجود ہیں بطور مثال چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عہد میں صحابہ کے اجتہاد کی چند مثالیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ ذات السلاسل میں شدید سردی کے پیش نظر غسل جنابت کی جگہ تیمّم کرکے نماز کی امامت کی اور واپس آکر جب یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے گوش گزار کیا تو آپ ﷺ نے صورت واقعہ سننے کے بعد تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب''۔

حضرت عمرو بن العاص نے اپنے اجتہاد کا مصدر بتاتے ہوئے عرض کیا قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما﴾۔

مجھے چونکہ اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے میں نے تیمّم کرکے نماز کی امامت کرادی نبی کریم

ﷺ مسکرا کر خاموش ہو گئے'' ۲۹۔

اسی طرح حضرت عطاء بن یاسر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دو افراد سفر میں ساتھ تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا پانی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، کچھ دور جانے کے بعد پانی مل گیا ان میں ایک صحابی نے وضو کر کے نماز دہرا لی جبکہ دوسرے صحابی نے اسکی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سفر سے واپسی کے بعد نبی کریم ﷺ کے علم میں جب یہ واقعہ لایا گیا تو آپ نے اس شخص سے جس نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا فرمایا:

'' اصبت السنة ای الشریعة الواجبة واجزاتك الصلاة ''

اور جس شخص نے وضو کر کے نماز دہرائی تھی اس سے فرمایا:

'' لك الاجر مرتین'' ۳۰۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی خاتون کے مہر کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اور مہر کی تعیین نہیں ہو سکی تھی آپ کے سامنے چونکہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کوئی فیصلہ نہیں تھا اس لئے فرمایا:

'' لم ار رسول الله ﷺ یقضی فی ذلك''۔

پھر ایک عرصہ تک آپ اس موضوع پر سوچ بچار کرتے رہے، دوسری طرف جب سوال کرنے والوں کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو آپؓ نے یہ فتوی دیا:

'' ان لها مهر نسائها لا وکس ولا شطط وعلیها العدة ولها المیراث''۔

یہ فتوی سن کر حضرت معقل بن یسار نے شہادت دی کہ ایسی صورت حال میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی تو آپ ﷺ نے یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ اپنے فتوی کی تائید میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ کے سامنے آنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار فرمایا'' ۳۱۔

صحابہ کا عام طرز عمل یہی تھا کہ نص کی عدم موجودگی میں اجتھاد سے کام لیتے ہوئے اپنی

رائے کا اظہار کر دیتے اور جیسے ہی نص قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ سے اپنے موقف کے خلاف کوئی بات ملتی تو رجوع کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتے ۔اس اجتھاد میں بسا اوقات ان کے درمیان باہم اختلاف رائے بھی ہو جاتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ابتدا میں یہ رائے تھی کہ حالت جنابت میں اگر صبح ہو جائے تو روزہ نہیں رہتا۔ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن میں سے کسی زوجہ مطہرہؓ نے اس پر تنبیہ کی تو آپؓ نے اپنی رائے سے فوری طور پر رجوع کر لیا ۳۲۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ابتدا میں یہ فتوی تھا کہ عورتیں غسل کرتے ہوئے اپنے بال کھولیں ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''یا عجبا لابن عمر هذا يامر النساء ان ينقضن رؤوسهن افلا يامرهن ان يحلقن رؤوسهن، لقد كنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ من اناء واحد وما ازيد على ان افرغ على راسى ثلاث افرغات''۳۳۔

ائمہ متبوعین کے دور میں اختلاف کی نوعیت واسباب:

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''رفع الملام عن ائمة الاعلام ''میں بڑی تفصیل سے ان اسباب پر روشنی ڈالی ہے جنکی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، تابعین اور ائمہ متبوعین کے باہم قران مجید اور سنت نبوی ﷺ سے استنباط کرتے ہوئے فقہی مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے۔علامہؒ نے بڑی وضاحت سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ائمہ متبوعین میں سے کسی بھی امام کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی کسی حکم کو نظر انداز کیا ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ولیعلم انه لیس احد من الائمة المتبوعین عند الائمة قبولا عاما یتعمد مخالفة رسول الله ﷺ فی شیء من سنته دقیق ولا جلیل، فانهم متفقون اتفاقا یقینا علی وجوب اتباع الرسول ﷺ“ ۳۴

ائمہ متبوعین کے درمیان مسالک کا جواختلاف ہے اسکی اساس قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ پر ہے۔ ان حضرات نے بڑی گہرائی و گیرائی کے ساتھ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کے نصوص کا مطالعہ کیا اور پھر نہایت غور وفکر کے بعد احکام کا استنباط کیا، مسائل کے استنباط میں مختلف اسباب کے پیش نظر ان کے درمیان اختلافات بھی رونما ہوئے لیکن ان سب حضرات نے اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا احترام ہمیشہ ملحوظ رکھا کبھی کوئی ایسی بات ان کی زبان سے نہیں نکلی جس میں کسی دوسرے فریق کی تنقیص یا توہین کا پہلو نکلتا ہو، اگر فریق مخالف نے دلائل کی روشنی میں دوسرے کو قائل کرلیا تو اس نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کسی شرعی معاملہ میں استنباط کرتے ہوئے وہ کسی بھی صورت میں کسی چھوٹی سے چھوٹی سنت کو نظر انداز۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”انهم متفقون اتفاقا یقینا علی وجوب اتباع رسول الله ﷺ، وعلی ان کل احد من الناس یؤخذ من قوله ویترك الا قول رسول الله ﷺ“۔ ۳۵

آگے چل کر اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بسا اوقات بادئی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہے، حالانکہ امام کے پاس بہت سے ٹھوس دلائل اپنے موقف کے اثبات کے لئے ہوتے ہیں۔ اس ذیل میں امام ابن تیمیہ نے گیارہ بنیادی

اسباب بیان کیے ہیں جنکی وجہ سے امام کا قول یا فتوی حدیث سے مختلف نظر آتا ہے وہ اسباب درج ذیل ہیں:

۱- ان لا یکون الحدیث قد بلغه ومن لم یبلغ الحدیث لم یکلف ان یکون عالما بموجبه .

۲- ان یکون الحدیث قد بلغه لکنه لم یثبت عنده.

۳- اعتقاد ضعف الحدیث باجتهاد قد خالفه فیه غیره.

۴- اشتراطه فی خبر الواحد العدل الحافظ، شروطا یخالفه فیها غیره مثل اشتراط بعضهم عرض الحدیث علی الکتاب والسنة، واشتراط بعضهم ان یکون المحدث فقیها اذا خالف قیاس الاصول، واشتراط بعضهم انتشار الحدیث وظهوره اذا کان فیما تعم به البلوی.

۵- ان یکون الحدیث قد بلغه وثبت عنده لکن نسیه.

۶- عدم معرفته بدلالة الحدیث لکون اللفظ الذی فی الحدیث غریبا، ولکون معناه فی اللغة غیر معناه فی لغة النبی ﷺ.

۷- ان دلالة فی الحدیث والفرق بین هذا وبین الذی قبله ان الاول لم تعرف جهة الدلالة، والثانی عرف جهة الدلالة، لکن اعتقد انها لیست بصحیحة .

۸- ان تلك الدلالة قد عارضها ما دل علی انها لیست مراده. مثل معارضة العام الخاص او المطلق بمقید او الامر المطلق بما ینفی الوجوب او الحقیقة بما یدل علی المجاز.

۹۔ ان الحدیث معارض بما یدل علی ضعفه او نسخه او تاویله ان كان قابلا للتاویل۔

۱۰۔ معارضته بما یدل علی ضعفه او نسخه او تاویله، مما لا یعتقد غیره او جنسه معارضا او لا یکون فی الحقیقة معارضا راجحا کمعارضة کثیر من الکوفیین الحدیث الصحیح بظاهر القرآن من العموم ونحوه مقدم علی نص الحدیث۔

۱۱۔ ربما یکون للعالم حجة فی ترک العمل بالحدیث, لم نطلع نحن علیها، فان مدارک العلم واسعة ولم نطلع نحن علی جمیع ما فی بواطن العلماء۔

اور یہ جو سلسلہ چل نکلا ہے کہ ائمہ متبوعین رحمهم الله کے مسلک کیلئے بعد میں مدون کردہ کتب حدیث سے حوالہ طلب کیے جاتے ہیں۔ اس رجحان کی امام ابن تیمیہؒ نے درج ذیل الفاظ میں حوصلہ شکنی کی ہے:

’’ ان هذه الدواوین المشهورة فی السنن انما جمعت بعد انقراض الائمة المتبوعین، ومع هذا فلا یجوز ان یدعی انحصار حدیث رسول الله ﷺ فی دواوین معینة ....الخ ۳۶‘‘۔

پھر آگے چل کر تحریر کرتے ہیں:

’’ بل الذین کانوا قبل جمع هذه الدواوین کانوا اعلم بالسنة من المتاخرین بکثیر، لان کثیر ا مما بلغهم وصح عندهم قد لا یبلغنا الا عن مجهول او باسناد منقطع او لا یبلغنا بالکلیة ‘‘ ۳۷

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی اپنی کتاب ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ میں مجتہدین اور فقہاء کے درمیان نصوص سے استنباط میں اختلاف کی کمی وپیش یہی وجوہات بیان کی ہیں۔ ان کی کتاب سے مختصراً یہ وجوہات درج کی جاتی ہیں:

۱۔ ان صحابیا سمع حکما فی قضیة او فتوی ولم یسمعه الآخر فاجتهد برایه فی ذلک ۳۸۔

۲۔ ان یبلغه الحدیث ولکن علی الوجه الذی یقع به غالب الظن فلم یترک اجتهاده بل طعن فی الحدیث ۳۹۔

۳۔ ان لایصل الیه الحدیث ۴۰

۴۔ اختلاف الوهم فی التعبیر مثاله ان رسول الله ﷺ حج، فرآه الناس، فذهب بعضهم الی انه کان متمتعا، وبعضهم الی انه کان قارنا، وبعضهم الی انه کان مفردا ۴۱۔

۵۔ اختلاف السهو والنسیان ۴۲

۶۔ اختلاف الضبط ۴۳

۷۔ اختلافهم فی علة الحکم مثاله القیام للجنازة، فقال قائل لتعظیم الملائکة، وقال قائل لهول الموت ۴۴

۸۔ اختلافهم فی الجمع بین المختلفین مثاله رخص رسول الله ﷺ فی المتعة عام خیبر، ثم رخص فیها عام اوطاس، ثم نهی عنها، فقال ابن عباس کانت الرخصة للضرورة، وقال الجمهور کانت الرخصة اباحة والنهی نسخا لها۔ ۴۵

چھٹی صدی کے ایک اندلسی فاضل علامہ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی المتوفی

۵۲۱ھ نے "الانصاف فی التنبیه علی الاسباب التی اوجبت الاختلاف بین المسلمین فی آرائهم " ۴۶ کے عنوان سے ایک نہایت مبسوط کتاب تحریر کی ہے جسمیں انہوں نے عربی زبان میں دلالت الفاظ ومعانی کی بنیاد پر اختلاف کے اسباب پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، فاضل مؤلف نے دلالت لفظی ومعنوی کی بنیاد پر اختلاف کی درج ذیل صورتیں اور وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ الخلاف العارض من جهة اشتراك الالفاظ واحتمالها التاويلات الكثيرة۔
۲۔ وقوع الاسماء على المسميات فى كلام العرب واقسامه۔
۳۔ الاشتراك العارض من قبل اختلاف احوال الكلمة دون لفظها۔
۴۔ الاشتراك العارض من قبل تركيب الكلام۔
۵۔ التركيب الدال على معان مختلفة غير متضاده۔
۶۔ الخلاف العارض من جهة الحقيقة والمجاز۔
۷۔ الخلاف العارض من الافراد والتركيب۔
۸۔ الخلاف العارض من جهة العموم والخصوص۔
۹۔ الخلاف العارض من جهة الرواية ۔
۱۰۔ الخلاف العارض من قبل الاجتهاد والقياس۔
۱۱۔ الخلاف العارض من قبل النسخ۔
۱۲۔ الخلاف العارض من قبل الاباحة۔

اس عنوان کے تحت علامہ بطلیوسیؒ نے مندرجہ ذیل آٹھ مختلف علتیں نقل کی ہیں:

۱۔ فساد الاسناد۔

۲۔ نقل الحديث على المعنى دون اللفظ۔

۳۔ الجهل بالاعراب ومبانى الكلام ومجازاتها۔

۴۔ التصحيف۔

۵۔ اسقاط شيء من الحديث لايتم المعنى الابه۔

۶۔ ان ينقل المحدث الحديث ويغفل عن نقل السبب الموجب له فيعرض من ذلك اشكال فى الحديث او معارضة لحديث آخر۔

۷۔ ان يسمع المحدث بعض الحديث ويفوته سماع بعضه۔

۸۔ نقل الحديث من المصحف دون لقاء الشيوخ والسماع من الائمة۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ وہ اختلاف رحمت میں داخل نہیں ہے جس کے بطلان پر واضح دلائل موجود ہوں اور بالاتفاق اس کے بارے میں اہل علم کی یہ رائے ہو کہ یہ موقف شاذ ہے۔اور جمہور میں سے کوئی بھی اسکا مؤید نہیں ہے۔علماء نے ایسے شاذ اقوال کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ اس کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے۔

امام اوزاعیؒ کا قول ہے:

''من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام''[۴۷]۔

اسی طرح علماء اس طرز عمل اور اوش کو بھی پسند نہیں کرتے کہ سہولت کی تلاش میں نادر اقوال کی کھوج لگائی جائے۔اور ایسے اقوال کو اپنا مذہب بنالیا جائے۔

مشہور عالم سلیمان تیمیؒ کا قول ہے:

'' لو اخذت برخصة كل عالم اجتمع فيك الشر كله'' [۴۸]

علامہ ابن عبد البرؒ اس موقف کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ھذا اجماع لا اعلم فیه خلافا''۔

اسی طرح حافظ ابن رجبؒ کا قول ہے

''من حمل شاذ العلماء حمل شرا کثیرا'' ۴۹؎۔

علامہ زاہد الکوثریؒ نے ابراہیم بن عبلۃ کا ان کے الفاظ میں یہ بیان نقل کیا ہے:

'' من تبع شواذ العلماء ضل'' ۵۰؎ ۔

امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے یحی بن القطانؒ کے صاحبزادے اور مشہور فاضل محمد کا یہ قول منقول ہے:

'' لو ان انسانا اتبع کل ما فی الحدیث من رخصة لکان به فاسقا'' ۵۲؎۔

حوالہ جات

۱۔ سورہ مائدہ آیت ۴۸۔

۲۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال لعلی المتقی۔

۳۔ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵۔

۴۔ سیوطی جلال الدین ''جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب ''از صفحات فی ادب الرای'' ص ۱۸۔ محمد عوامہ، دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ سعودی عربیہ ۱۹۹۱۔

۵۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان ص ۲۲۔ لاحمد بن حجر الہیثمی مطبعہ المدنی مصر ۱۴۱۵۔

۶۔ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۰، لابی عمر یوسف ابن عبد البر النمری ۴۶۳ھ، ادارہ الطباعۃ المنیریۃ، دمشق۔

۷۔ ایضاج ۲ ص ۸۰۔

۸۔ ایضا ج ۲ ص ۸۰۔

۹۔ ایضا ج ۲ ص ۸۴۔

۱۰۔ صفحات فی ادب الرای ص ۳۰، محمد عوامہ، جدہ دار القبلۃ للثقافہ الاسلامیۃ ۱۹۹۱ء۔

۱۱۔ الخیرات الحسان ص ۲۳۔

۱۲۔ صفحات فی ادب الرای ص ۳۰۔

۱۳۔ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۰ منقول از صفحات فی ادب الرای

۱۴۔ یہی جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۰ منقول از صفحات فی ادب الرای۔

۱۵۔ صفحات فی ادب الرای ص ۲۳۔

۱۶۔ ایضا ص ۲۳۔

۱۷۔ صفحات فی ادب الرای ص۲۳۔

۱۸۔ الخیرات الحسان ص۲۶۔

۱۹۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۶، ابن تیمیہ، احمد، قطر مطابع قطر الوطنیہ ۱۹۷۴ء۔

۲۰۔ ایضا ص۶۔

۲۱۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص ۷۔

۲۲۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۷۔

۲۳۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۸۔

۲۴۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۱۱۔

۲۵۔ سورہ الاحزاب آیت ۲۱۔

۲۶۔ بخاری کتاب الآذان للمسافر اذا کانو اجماعۃ (طبع نور محمد کتب خانہ تجارت کتب) دہلی ۱۳۵۷ء۔

۲۷۔ مقدمہ اختلاف الفقہاء للطحاوی ص ۷ ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۲۸۔ ایضا ص۳۔

۲۹۔ الانصاف فی سبب الاختلاف ص۲۶۔

۳۰۔ ایضا ص ۲۶۔

۳۱۔ ایضا ص۲۷۔

۳۲۔ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام ص۴، ابن تیمیہ طبع قطر ۱۹۷۴ء۔

۳۳۔ ایضا ص۴۔

۳۴۔ ایضا ص ۱۳۔

۳۵۔ ایضا ص۱۳۔

۳۶۔ الانصاف فی بیان سبب الخلاف ص ۲۵، للشاہ ولی اللہ الدہلوی طبع الرحیم اکیڈمی ۲۰۰۴ھ۔

۳۷۔ ایضا ص۲۴۔

۳۸۔ ایضا ص۲۵۔

۳۹۔ ایضا ص۲۸۔

۴۰۔ ایضا ص۲۹۔

۴۱۔ ایضا ص۲۹۔

۴۲۔ الانصاف فی بیان سبب الخلاف ص ۳۰۔

۴۳۔ ایضا ص۳۰۔

۴۴۔ یہ کتاب ۱۳۱ھ میں مطبعۃ الموسوعات، شارع باب الخلق مصر سے طبع ہوئی ہے۔

۴۵۔ صفحات فی ادب الرای ص۸۵۔

۴۶۔ صفحات فی ادب الرای ص۸۵۔

۴۷۔ صفحات فی ادب الرای ص۸۵۔

۴۸۔ صفحات فی ادب الرای ص۸۵۔

۴۹۔ ایضا ص۸۶۔